

سیاسی میدان میں مسلمانوں کی پسماندگی کے اسباب

<?xml encoding="UTF-8">

اپ کی خدمت میں کوثرعالم اسلام حضرت فاطمہ زہرا (س) کی شہادت کی مناسبت سے تعزیت عرض ہے اور یہ میری دعا ہے کہ خداوند عالم، اہلبیت علیہم السلام کے دامن کو ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے نہ دے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ خداوند کریم نے مجھے آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ جس موضوع کا اعلان کیا گیا ہے اور مجھے اس پر گفتگو کرنے کے لئے کہا گیا ہے وہ ہے ”مسلمانوں کی کمزوری اور زوال کے اسباب“۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے اور کسی خاص ملک سے مخصوص نہیں ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ اسی ضمن میں میں ہندوستان یا دنیا کے کسی اور گوشہ سے متعلق خاص طور سے کچھ باتیں عرض کروں کہ تاریخی اعتبار سے وہاں کے حالات کیا رہے ہیں۔

میں اس بحث میں ایک مقدمہ اور سوال عرض کروں گا اور پھر وقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سوال کے جواب میں چند اہم نکات اپنی توانائی کے مطابق عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس موضوع پر کافی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ البتہ میرے خیال میں ایک گھنٹہ کی اس مختصر سی نشست میں اس بحث کے ہر پہلو پر بات کرنا حدود امکان سے باہر ہے، البتہ بعض اہم نکات اشارتاً بیان کئے جا سکتے ہیں۔ اگر آپ کو مفید محسوس ہوں تو آپ خود ان اہم نکات کو موضوع قرار دے کر مفصل تحقیق کر سکتے ہیں۔ یقیناً یہ بعض نکات جن کی طرف ابھی اشارہ کروں گا انتہائی اہم اور قابل توجہ ہیں۔

اہل مغرب جس زمانہ میں ظلمتوں اور جہل کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے وہ قرون وسطیٰ کا دور تھا اور خود اہل مغرب قرون وسطیٰ کو جہالت، تاریکی، توحش کا زمانہ اور غیر مہذب دور کہتے ہیں۔ قرون وسطیٰ میں اہل مغرب کی دو خصوصیات خاص طور سے قابل ذکر ہیں: ایک علم دشمنی اور دوسرے تشدد پسندی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرون وسطیٰ میں تدین اور دینداری مذکورہ دو امور سے پیوستہ تھی۔ میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہنا چاہتا کہ قرون وسطیٰ کا دور تاریکی کا دور تھا یا نہیں تھا، اس لئے کہ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ قرون وسطیٰ کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ بہر حال بطور کلی نہ سہی بہ طور جزئی تو ماننا ہی پڑے گا کہ قرون وسطیٰ میں اخلاقی اقدار کا انحطاط تھا، ضعف و ناتوانی تھی، لوگ غیر مہذب اور وحشی تھے۔

خداوند کریم نے اس طرح کے دور میں جزیرہ نمائے حجاز میں ان غیر متمدن عربوں کے بیچ خورشید اسلام طلوع کیا جو خرافات میں گھرے ہوئے تھے اور جن کا اجتماعی اور سیاسی نظام قبائلی زندگی ہی تھی۔ وہاں سے اسلام کی تہذیب، تمدن اور علم پوری دنیا پر چھا گیا۔ اسلام کے اتنے بڑے کارنامے کو کوئی کم نہیں کہہ سکتا۔ اگرچہ ہم نے خود کچھ بھی نہیں کیا، ٹھیک سے تبلیغ نہیں کی، اسلام کی صحیح تشریح نہیں کی پھر بھی اسلام کی کامیابی اور اسلامی تہذیب و تمدن کا پہلے جزیرہ نمائے عرب میں اور پھر دوسرے ممالک میں پھیل جانا انصافاً کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ مغربی اور مشرقی تاریخ نگار کہتے ہیں کہ طلوع اسلام کی پہلی چار صدیوں میں اسلام اس تیز رفتاری سے ترقی کر رہا تھا کہ قریب تھا پوری دنیا کو اپنے پرچم تلے جمع کر لے۔ پہلی چار صدیوں میں اسلامی تہذیب، علوم، ہنر، تمدن اور اجتماعی اور بلدیاتی نظام ترقی پر تھا اور یہ ترقی دنیا کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکی اور یقیناً اسلام نے بڑی کامیابی حاصل کی، خود پیغمبر اسلام کے زمانے

میں واقعاً ایک عظیم کارنامہ انجام پایا۔ اپنے تئیس سالہ مکی دور میں سرکار دو عالم ایک ایک فرد پر کام کر رہے تھے اور اسے اسلام کی طرف لا رہے تھے۔ چونکہ وہاں اعلانیہ طور پر معاشرہ میں اسلام کو متعارف کرانے کا امکان نہیں تھا اس لئے آپ نے ہجرت اختیار کی، ہجرت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ مکہ کے لوگ تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنتے تھے۔ اب مدینہ کے تیرہ سالہ دور میں حضور نے کیا کیا؟ عقل و منطق کے سہارے قبائلی اور محدود زندگی گزارنے والے عربوں کو متحد کر کے ایک نظام تشکیل دیا، ایک قدرت ایجاد کی، اور یہ اقتدار کے اعتبار سے اتنی بڑی طاقت تھی کہ حضور کی زندگی کے آخری سال میں آپ کے سامنے سے فرار کرنے والی روم کی بڑی شہنشاہیت تھی۔ آپ جنگ تبوک کو ملاحظہ کریں کوئی جنگ یا لڑائی ہوئی ہی نہیں، فقط ایک ریلی ہوئی، روم کی بڑی شہنشاہیت پینسٹہ ہزار کا لشکر لے کر چلی ادھر پیغمبر اسلام مدینہ سے تیس ہزار افراد کے ساتھ چل پڑے۔ جیسے ہی شہنشاہ روم کو اس کی خبر ہوئی کہ حضور تیس ہزار افراد کے ساتھ آرہے ہیں تو وہ اپنے پینسٹہ ہزار کے لشکر کے ساتھ تبوک سے بھاگ گیا چونکہ لڑائی کے لئے تیار ہی نہیں تھا، یہ ایک عظیم کارنامہ یا معجزہ تھا۔

تہذیبی اعتبار سے بھی مسلمان جہاں جہاں گئے تہذیب و تمدن بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ ایران کو ملاحظہ کیجئے، اہل ایران کا اسلام قبول کرنا کسی جنگ یا مسلمانوں کے ایران پر قبضہ کا نتیجہ نہیں تھا۔ ممکن ہے بعض طاغوتی سلاطین اسلام کے مقابلہ آئے ہوں لیکن عام لوگوں کے سامنے جوں ہی یہ مذہب پیش کیا گیا اور انہوں نے اسے اپنی فطرت سے ہم آہنگ پایا (آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں اسلام فطرت، عقل اور سماج سے ہم آہنگ دین ہے جو معاشرہ کی جملہ ضروریات پوری کر سکتا ہے) تو اس کا پر جوش استقبال کیا۔ حضور سرکار دو عالم کے بعد بھی ایسا ہی تھا، طلوع اسلام کی اولین چار صدیوں کا زمانہ اسلامی تمدن، اسلامی ہنر، اخلاق اسلامی اور علوم اسلام کے عروج کا دور سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ان چار صدیوں کے بعد مسلمانوں کی تنزلی کا آغاز ہو جاتا ہے، تہذیب و تمدن اور علم و ہنر کے میدان میں مسلمان دھیرے دھیرے پچھڑتے چلے جاتے ہیں، حکومت اور عالمی اقتدار کے اعتبار سے کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اس کا سبب کیا تھا؟ یا اسباب کیا تھے؟ آخر ہوا کیا اسلام جو پہلے چار قرن میں اس طرح سے ترقی کر رہا تھا کہ خود اہل مغرب نے بھی لکھا کہ اسلام کی یہ ترقی دنیا پر مسلمانوں کے قبضہ کی عکاسی کرتی تھی، جسے علم و تمدن کی تلاش ہوتی وہ مسلمانوں کی چوکھٹ پریشانی رکھتا تھا، اسلام کے خوان علم سے کسب فیض کرتا تھا۔ اب کیا ہو گیا اس تنزلی کے اسباب کیا تھے؟ کیا اسلام سے استفادہ کا وقت ختم ہو چکا تھا بعض دوسرے مکاتب فکر کی طرح؟ میں خود سے کوئی موازنہ نہیں کرنا چاہتا، البتہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ایک زمانے تک بنی اسرائیل کو عروج پر لے گئے پھر ان کا تنزل شروع ہو گیا۔ کیا اسلام کی کیفیت بھی یہی ہے؟ یا جیسے حضرت عیسیٰ (ع) نے بڑے بڑے کارنامے انجام دئے تھے لیکن آخر کار کچھ بھی نہیں رہا۔ کیا اسلام آؤٹ آف ڈیٹ (Out of date) ہو چکا تھا اس کے استعمال کا وقت ختم ہو چکا تھا یا کچھ اور اسباب تھے مسلمانوں کی تنزلی کے؟ میرا اصلی سوال یہ ہے، اب دیکھتا ہوں کہ کتنی فرصت ملتی ہے جس میں اس کا جواب دے سکوں۔ وہ کون سے اسباب تھے جنکے باعث چوتھی صدی کے بعد سے عالم اسلام میں دھیرے دھیرے اضمحلال و ناتوانی اور انحطاط و تنزلی عام طور سے دکھائی دینے لگی۔

ممکن ہے آئندہ پھر اسلام کا نام تمدن اور اقتدار کے ساتھ ساتھ لیا جانے لگے لیکن حالیہ صورتحال یہ ہے کہ دنیا کا ہر پانچواں آدمی مسلمان ہے، دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ آپ جانتے ہیں بعض مردم شماریوں میں مسلمانوں کی تعداد ایک عرب تیس کڑو ستر لاکھ تک بتائی جاتی ہے،

جغرافیائی اعتبار سے دنیا کے اہم ترین Strategic points مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ یعنی جن ممالک میں مسلمان سکونت پذیر ہیں وہ دنیا کے دوسرے علاقوں کی بنسبت نہایت حساس مانے جاتے ہیں۔ قدرتی ذخائر اور منابع کے لحاظ سے اسلامی ممالک دنیا میں سب سے زیادہ قوی ہیں، لیکن تہذیب و تمدن اور اقتدار کے اعتبار سے مسلمان اغیار کے محتاج ہیں۔ دنیا والوں کو ان کی باتیں سمجھ ہی مینہیں آتیں، خود مسلمانوں کا عمومی نقطہ نظر یہ ہے کہ مغرب سے علاحدہ ہو کر نہ کوئی تمدن قائم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اقتدار تک رسائی ممکن ہے۔ کبھی کبھی ایران کے اسلامی انقلاب کو بھی لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اسلامی اقدار کو ترک کر کے مغرب سے ہاتھ ملا لو یا قرآن مجید کے الفاظ میں کہا جائے کہ ان کی غلامی قبول کر لو۔ قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ سے متعلق کیا خوب فرمایا ہے کہ ”لن ترضیٰ عنک الیہود ولا النصاریٰ“ کہ تم سے کسی چیز پر راضی نہیں ہوں گے اور اگر راضی ہوں گے بھی تو کس بات پر ”حتیٰ تتبع ملتہم“ اس سے کم پر یہ راضی ہی نہیں ہیں۔ ”یہ لوگ مختلف تہذیبوں کے ما بین گفتگو“ کے معتقد نہیں ہیں، انہیں منطقی اعتبار سے کوئی صلح و صفائی نہیں کرنا ہے۔ یہ صرف بادشاہ اور رعایا والا نظام چاہتے ہیں، ان کی کوشش فقط یہ ہے کہ آپ تسلیم کر لیں کہ یہ آپ کے آقا اور آپ ان کے غلام ہیں، یہ حکم فرما ہیں اور آپ مطیع و فرمان بردار۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ استکباری طاقتوں سے مذاکرات کئے جا سکتے ہیں، ان سے منطقی گفتگو کی جا سکتی ہے۔ نہیں بلکہ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ مغربی تہذیبوں کے ما بین گفتگو کیوں کر انجام دی جائے۔ اس بات پر کافی توجہ کی ضرورت ہے کہ تنزلی کے اسباب کیا تھے؟ اس کے جواب سے قبل میں ایک بات کہنا چاہوں گا۔ اسلام کی پہلی چار صدیاں کو ن سی تھیں؟ شیعوں کے لئے یہ نقطہ قابل افتخار ہے۔ ائمہ معصومین (ع) اگر سیاست میں بھی ہوں تب بھی ہم امام معصوم (ع) کے وجود اور ان سے ارتباط سے ہر گز محروم نہیں ہیں اور یہ رابطہ آج بھی برقرار ہے۔ دیکھئے یہ بڑا باریک نقطہ ہے جس کی طرف اہل مغرب قطعی متوجہ نہ ہو سکے، انہوں نے صرف اتنا کہا کہ طلوع اسلام کی پہلی چار صدیوں میں مسلمان ترقی کر رہے تھے، ان کا تمدن پھیلتا جا رہا تھا اور اس کے بعد تنزلی کی طرف آنے لگے، چوتھی صدی کے اواخر سے پچھڑنے لگے، لیکن اہل مغرب یہ نہ سمجھ سکے کہ ایسا کیوں تھا کہ پہلی چار صدیوں میں مسلمان علم و تمدن میں مستقل ترقی کر رہے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ یہ امام معصوم (ع) کی برکت تھی۔ اب ایسا کیوں ہوا کہ امام معصوم (ع) اپنے فیوض و برکات کے ہمراہ پردہ غیبت میں چلے گئے، مرکز لطف الہی لوگوں کے سامنے نہ رہا۔ یہ میری گفتگو کا موضوع نہیں ہے، البتہ بہت ہی قابل توجہ امر ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس موضوع پر بھی کام کریں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ امام معصوم (ع) غائب ہیں، کب ظہور فرمائیں گے، اس سے متعلق بہت ساری تحریفات ہوئی ہیں۔ عام تصور یہ ہے کہ امام تب ظہور فرمائیں گے جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ ہاں! یہ بھی ایک شرط ہے اور ہماری روایات میں بھی یہ وارد ہوا ہے لیکن بنیادی شرط ایک دوسری شرط ہے ہمیں وہ شرط تلاش کرنی چاہئے اور وہ بنیادی شرط یہ ہے کہ ظلم و جور اتنا بڑھ جائے گا کہ انسان تھک ہار کر یہ سمجھے گا کہ مشرق یا مغرب سوشلزم یا لبرالزم کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ انسان خدائی حکومت کا پیاسا ہو جائے گا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہے گا خدا یا غلطی ہوگئی، مجھ میں اپنے اوپر حکومت کرنے کی طاقت نہیں ہے اب تو مجھ پر حکومت کر! خدا کہے گا اب تمہاری سمجھ میں آیا! ٹھیک ہے اب میرا خلیفہ، نائب اور جانشین ظہور کرے گا۔ امام معصوم (ع) نے غیبت اختیار کیوں کی تھی؟ کیونکہ تم نے یہ نورانی چراغ ایک ایک کر کے بجھا دئے تھے۔

اب امام زمانہ (ع) آپ کے پاس آنے والے ہیں تو آپ اپنے اندر ان کی استقبال کی صلاحیت پیدا کیجئے۔ اپنے آپ کو تشنہٴ امام زمانہ (ع) بنائیے۔ ایک مسلمان اور مومن ہونے کے ناطے آپ یہ کیجئے! ظلم و جور پھیلانا دوسروں کا کام ہے۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ کوئی بھی اسلامی عمل امام عصر (ع) کی تحریک کی شروعات میں رکاوٹ بنتا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے، دنیا میں تو فساد ہے ہی آپ اس کی فکر نہ کیجئے۔ اس کے بعد کی فکر کیجئے۔ ظلم و جور زیادہ ہو جائے آخر کیوں؟ یعنی فساد اتنا بڑھ جائے کہ انسان تنگ آجائے، تھک ہار کے بیٹھ جائے، یوسیڈزم کے معنی پتہ نہیں میں نے آپ کے سامنے عرض کئے ہیں یا نہیں۔ اس کے عجیب و غریب معنی بیان کئے جاتے ہیں یعنی دنیائے غرب اس سال یہ کہہ رہی ہے کہ ہم اس جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں سے نہ آگے جا سکتے ہیں اور نہ پیچھے آسکتے ہیں، نہ قرون وسطیٰ ہمیں کہیں پہنچا سکا اور نہ ہی ماڈرنزم، یعنی قرون وسطیٰ کے دور کے فساد کا ایک اور رخ تھا اور ماڈرنزم کے فساد کا ایک دوسرا رخ ہے۔ یہاں پر اگر ہم اور آپ صحیح معنی میں دنیا کو اسلام سے متعارف کر اسکیں تو دنیا با آسانی یہ سمجھ جائے گی کہ اس کی رہائی کا راستہ فقط اسلام ہے۔

بہر حال سوال یہ تھا کہ اتنے عروج کے بعد مسلمان تنزلی کا شکار کیوں ہو گئے؟ میں پھر آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ آغاز اسلام کی پہلی چار صدیوں کا بغور مطالعہ کیجئے، دیکھئے عالم اسلام کی ان پہلی چار صدیوں کو ”ورڈیڈ“ کس انداز میں بیان کرتا ہے؟ خود مسلمان مورخین کیا کہتے ہیں؟ خود اپنی جگہ ہماری کتاب و سنت نے کس عظیم تمدن کی تاسیس کی ہے؟

اہل مغرب کیا کہتے ہیں یہ میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ خود اہل مغرب کے بقول اسلام اس عروج پر تھا کہ اسلامی شہر علم و تمدن کا گہوارہ کہے جاتے تھے، بغداد مرکز تمدن کے طور پر جانا جاتا تھا۔ اہل مغرب کو جس زمانے میں شہری زندگی کی خبر تک نہیں تھی مسلمان اسلامی ممالک میں علم و ہنر اور بہترین اجتماعی اخلاق کے ساتھ مہذب ترین شہری کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ دشمن اپنی زندگی دیکھ رہا ہے، جہاں تک خود اہل مغرب نے اعتراف کیا ہے ویل ڈورنٹ اعتراف کرتا ہے۔ مغرب میں نشأتِ الثانیہ (renaissance) کا وجود میں آنا، نشأتِ الثانیہ کا مطلب فارسی میں نوزائی ہوتا ہے یا میرے اپنے الفاظ میں ”تولد جدید“۔ نشأتِ الثانیہ کے وجود میں آنے کے چند اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ترین سبب صلیبی جنگوں کے دوران علم و تمدن کا مغرب کی طرف منتقل ہونا ہے۔ آئیے پھر سے دیکھتے ہیں اہل مغرب نے کیا لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ صلیبی جنگوں میں ایلٹیلیا جو سب سے بڑا مال غنیمت لے کر گیا وہ، وہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں تھیں جن میں مشرقی اور اسلامی ممالک کے کتب خانے اور علوم مغرب کی طرف منتقل کئے جارہے تھے۔ میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں بڑی عجیب بات ہے خود اہل مغرب کہتے ہیں، بڑی توجہ کی ضرورت ہے، توجہ فرمائیے گا، کہتے ہیں کہ مغرب کو خود اپنی قدیم تہذیب کی کوئی شناخت نہیں تھی، نہ ارسطو کو جانتے تھے نہ افلاطون کو اور نہ ہی سہراب کے بارے میں کوئی خبر رکھتے تھے۔ صلیبی جنگوں کے دوران، قدیم یونانی کتب کے عربی تراجم کو دیکھ کر سمجھے کہ کوئی ارسطو، سقراط اور افلاطون بھی تھے۔ اس وقت انہیں خود اپنے قدیم علماء اور اسکالرز کی خبر ہوئی یعنی خود اپنے علماء کی انہیں کوئی شناخت نہیں تھی اور یہ شناخت بھی انہیں مشرق ہی سے حاصل ہوئی۔ جیسا کہ میں نے کہا کل رہبر انقلاب اسلامی کا اشارہ بھی یہی تھا کہ ہم مغربیوں کے استاد تھے، انہوں نے ہر چیز ہم سے سیکھی، ہمارے شاگرد تھے اور آج ہمارے آقا و مولا بن گئے۔ وہ سب کچھ یہیں سے لے کر گئے ہیں۔ اب ہندوستانی مسلمانوں کی مشکلات اور ان کی پسماندگی کے کیا اسباب تھے۔ میں کچھ بنیادی باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔

پہلی بات اور پہلا سبب جو سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ ہے وہ حقیقی اسلام سے دوری ہے۔ اسلام میں تحریف کر دی گئی، اسلام کے ساتھ بھی وہی ہوا جو اس سے قبل کے ادیان کے ساتھ ہوا۔ اس مقدس کتاب کی آیات اور الفاظ تو بدل نہ سکے جس طرح توریت اور انجیل میں الفاظ کی تحریف ہوئی، وہ تو نہ کر سکے لیکن کلام الہی میں معنوی تحریف کر دی گئی، مختصراً یوں کہا جائے کہ اسلام کی روح نکال کر اسے ایک بے روح نقش میں بدل دیا گیا۔

ایک بورڈیا پردہ پر اگر شیر جیسے قوی درندے کی پینٹنگ ہو تو اس سے کون ڈرتا ہے؟ کون اس سے ڈرے گا؟ اس شیر سے وہی شخص بھاگے گا جس کے خیال میں یہ واقعی اور اصلی ہو۔ لیکن پینٹنگ کے سامنے ایک دوسال کا بچہ بھی آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور ہرگز نہیں ڈرتا، پانی کے کسی حسین چشمہ کی پینٹنگ کسی کی پیاس نہیں بجھاسکتی اور نہ کوئی اور فائدہ پہونچا سکتی ہے۔ اسلام چشمہ حیات کا نام ہے، اسلام ایک عظیم طاقت کا نام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اسلام واقعی اور اصلی ہو، اسلام کی نقاشی یا پینٹنگ کسی کام کی نہیں ہے۔ جب قرآن میں توریت و انجیل جیسی تحریف نہ کر سکے تو اس کے معنی اور تفسیر بدل دی تو مسلمان دھیرے دھیرے اصلی اسلام سے دور ہوتے چلے گئے۔ اصلی اسلام وہی ہے جسے امام خمینی اسلام ناب کہتے تھے، یعنی روح و جان والا اسلام، ترقی پسند اور زمانے کے ساتھ چلنے والا اسلام، اسلام یعنی مکتب زندگی۔ اسلام شخصی اور انفرادی احکام اور چند آداب و رسوم کا نام نہیں ہے۔ کچھ لوگ اس بات کو پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں کہ دین ہر شخص کا انفرادی معاملہ ہے، آپ اس بات کو سنجیدگی سے لیجئے، اس کے پیچھے ایک بڑی سازش کا ر فرما ہے۔ یہ دین کو بے کار کر دینے کا ایک حربہ ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ دین کا کام فقط بندے کو خدا سے جوڑنا ہے اس کے علاوہ دین کسی کام کا نہیں ہے۔ انسان کا رابطہ خدا سے برقرار کرنا، یہ دین کا کام ہے۔ لیکن ایک انسان کا رابطہ دوسرے انسانوں سے کیسا ہو اس میں دین کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ دین آخرت آباد کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ دنیا آباد کرنے کی خاطر اور وہ بھی اس آخرت کو آباد کرنے کے لئے جو دنیا کے بالکل مقابل ہے۔

مختصر یہ کہ دین کی بہت ساری تعریفات کی جاتی ہیں۔ میں اس موضوع پر کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ شروع سے یہ ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی کوئی نہ کوئی ایسا کرنے والا نکل ہی آتا ہے۔ ایک نمونہ عرض کرتا ہوں۔ رحلت پیغمبر اسلام کے بعد صحابہ کے زمانے میں ہی اسلام میں اتنی بڑی تحریف کی گئی کہ اسلام مر گیا یا دوسرے لفظوں میں کہوں نماز تھی، محراب عبادت تھی، لیکن کسی کام کی نہیں۔ یہ وہی اسلام ہے جس میں قرآن مجید ولایت اہلبیت (ع) سے جدا سمجھا جاتا ہے۔ لہذا یہ اسلام کسی کام کا نہیں ہوتا۔ دیکھئے قرآن اور سنت دونوں نے یہ بات بہت زور دے کر کہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ خداوند کریم اس وقت اس دین سے راضی ہوا ہے جب قرآن اور وحی الہی جیسے آئین کے ساتھ ساتھ ولایت اہلبیت (ع) یعنی اس قرآن کے مفسر و مبین بھی ہوں۔ قرآن اور سنت دونوں نے اس بات کی بہت تاکید کی ہے، میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ قرآن مجید نے واضح الفاظ میں کہا کہ اسلام ایک کامل دین بن چکا ہے، خدا کی نعمتیں مکمل ہو چکی ہیں اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا اس دین سے راضی ہو گیا ہے۔ ”رضیت لکم الاسلام دیناً“ یہ ”رضیت“ یعنی تائید اور دستخط یعنی میں نے پسند کر لیا ہے، قبول کر لیا ہے۔ مطلب یہ کہ خداوند کریم نے اس اسلام پر مہر تائید لگائی ہے جو اسلام ولایت اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ساتھ ہو۔ ولایت سے جدا اسلام سے خدا راضی نہیں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ خدا نے کس اسلام کو دشمن کے لئے زور دار طمانچہ قرار دیا ہے؟ کون سا اسلام استکباری طاقتوں سے نبرد آزما ہے؟ کون سا اسلام دشمنوں

کو آپ پر حکومت کرنے کی لالچ سے دور رکھتا ہے ؟ ” الیوم یئس الذین کفرو من دینکم “ کون سا اسلام دشمنوں کے لئے یاس و ناامیدی کا سبب ہے ؟ صرف وہی اسلام جس میں اہلبیت اطہار ولایت رکھتے ہوں ۔ یہ بحث کافی مفصل ہے ، ساری تفصیلات میں جانے کا وقت نہیں ہے ۔ آپ سب جانتے ہیں مجھ سے زیادہ آپ نے اس موضوع پر کام کیا ہو گا ۔ پیغمبر نے بھی اسی بات کی تاکید کی ہے ۔ بہت ہی کم کوئی حدیث ہو گی جو اپنی عظمت اور تواتر میں حدیث ثقلین کے ہم پلہ ہو ۔ ٹھیک ہے یا نہیں ؟! شیعہ اور سنی دونوں میں حدیث ثقلین جیسی حدیث متواتر شاذ و نادر ہی ملے گی ۔ حدیث ثقلین میں پیغمبر کس بات پر زور دے رہے ہیں ۔ میں دو باتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا اور یہ دونوں باتیں بہت ہی اہم ہیں ۔ پیغمبر اسلام انہیں دو باتوں پر زور دے رہے ہیں تاکید کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ ” قرآن کا عترت و ولایت سے جدا نہ ہونا “ اس کا مطلب کیا ہے ؟ قرآن مجید ولایت سے اور عترت سے جدا نہیں ہے۔ اس جملہ کا کیا مفہوم ہے ؟ کیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر قرآن ولایت سے جدا ہو گیا تو وہ قرآن نہیں رہے گا؛ نہیں قرآن تو ہے لیکن اس میں وہ روح اور حیات نہیں ہے جس کے پیغمبر طلبگار ہیں ، قرآن مجید کہتا ہے کہ پیغمبر اور اس قرآن کا کام کیا ہے ؟ سورۃ انفال کی پچیسویں آیت میں قرآن مجید پیغمبر کی اطاعت کی کیا خاصیت بیان کر رہا ہے ؟ ” یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم “ اسلام اس لئے آیا ہے تاکہ تمہیں حیات طیبہ عطا کرے، تمہیں حیوان کے درجہ سے نکال کر انسان کے درجہ تک پہنچا دے۔ اس ماڈرن دور میں ہیومنزم (Humanism) کہتا ہے کہ خدا کے بجائے مرکزیت انسان کو حاصل ہونا چاہئے ۔ ہیومنزم کی لغت میں وہ کون سا انسان ہے جو مرکز بن سکتا ہے محور قرار پا سکتا ہے اگر خدا ملجاء و مأویٰ نہ ہو؟ کہتا ہے کہ خدا کی جگہ ہر انسان محور و مرکز بن سکتا ہے ۔ ہمارا اور آپ کا قرآن کیا کہتا ہے ؟ قرآن مجید چودہ سو سال پہلے فرما رہا ہے کہ انسان اس وقت تک انسان بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ خدا کو محور و مرکز قرار نہ دے ۔

کتنی اچھی اور حسین بات ہے کہ تم انسان بن ہی نہیں سکتے، تم میں حیات انسانی آہی نہیں سکتی خدا کو محور بنائے بغیر، کیوں ؟ اس لئے کہ تمہارے وجود کا ایک بہت بڑا امر صرف خدا سے مخصوص ہے ۔ تم ایک نا محدود موجود ہو ، تم ایک ایسی مخلوق ہو جو کبھی سیر ہو ہی نہیں سکتی لہذا ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا کہ مال و دولت جاہ و منصب ہر چیز سے ہٹ کر انسان جب خدا کو چھوڑ دے تو یہ انسان بے چینی و اضطراب اور نفسیاتی مرض کا شکار ہوتا ہے ” و من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا “۔ واقعاً بڑی پیاری بات ہے۔ قرآن مجید عجیب و غریب کتاب ہے۔ خدا ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم قرآن کی طرف پلٹ آئیں۔ بہر حال ایک بہت بڑا انحراف وہاں سے شروع ہو گیا ، پہلے جملہ میں پیغمبر قرآن و اہلبیت علیہم السلام کے ایک دوسرے سے جدا نہ ہونے کا ذکر فرما رہے ہیں ، حدیث کا دوسرا جملہ بھی بہت اہم ہے ۔ حدیث ثقلین کی طرف کم توجہ دی جاتی ہے لیکن میرے لئے اس کا یہ نکتہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے ۔ صادق و مصدق پیغمبر نے اس حدیث میں ایک غیبی خبر دی ہے ” ما ان تمسکتہم بہما لن تضلوا ابد “۔ یہ بات ہمارے موضوع سے متعلق ہے ۔ مسلمانو! جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے ، منحرف نہیں ہو گے ۔

اس کا مطلب کیا ہے ؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے نوجوانو! سنو تم مسلمانوں کی تنزلی کے اسباب معلوم کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہو ۔ دیکھو تم کو جو بھی پریشانی لاحق ہو ، جو بھی بلا تمہارے سر پر نازل ہو تو یہ دیکھو کہ قرآن و اہلبیت علیہم السلام سے کس قدر دور ہو چکے ہو؟ یہ سب اسی دوری کے باعث ہے۔ اس لئے

کہ پیغمبر خاتم نے ہم سے یہی فرمایا ہے کہ جب تک تم ان دونوں یعنی قرآن و اہلبیت (ع) سے متمسک رہو گے ” لن تضلوا ابدا “ ” لن “ نفی ابد کے لئے آتا ہے ۔ اس کلمہ ابد کی تشریح یہی ہو گی کہ تا قیام قیامت تمہاری ہر قسم کی تنزلی ، کمزوری اور ہر طرح کا نقصان جو تمہیں اٹھانا پڑے وہ صرف قرآن و اہلبیت علیہم السلام سے دوری ہی کی بنیاد پر ہو گا، یہ ایک حقیقت ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ دشمن بھی اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ اگر انہیں مسلمانوں کے سروں پر سوار رہنا ہے تو مسلمانوں سے قرآن مجید کے اثرات و برکات ختم کرنا ہے تو کیا کریں کہ یہ قرآن مسلمانوں میں تحرک پیدا نہ کر سکے، اس کے لئے کون سا حربہ اختیار کریں ؟ یا امام خمینی کے الفاظ میں کہا جائے کہ مسلمانوں کو جوش و خروش ، تحرک اور جہاد سے روکنے کے لئے کیا کریں ؟ اس کا فقط ایک راستہ ہے اور وہ قرآن و اہلبیت (ع) میں جدائی ڈالنا ہے۔ ”حسبنا کتاب اللہ “ کا جملہ آپ سنتے رہتے ہیں ۔ آپ نے کبھی سوچا ہے ”حسبنا کتاب اللہ “ کے جملہ نے ایک تیر دو شکار والا کام کیا ہے ۔ ایک کہتا ہے کتاب کافی ہے قرآن ہمارے پاس ہے پس ولایت کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ حضور آپ نے ہمارے درمیان دو ہی تو چیزیں چھوڑی ہیں نا ! قرآن و اہلبیت ۔ سرکار آپ کا بہت بہت شکریہ ! ہم سب کے پاس قرآن ہے پس علی (ع) کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ ولایت ہمیں نہیں چاہئے ۔ جناب سیدہ (س) کے شہادت کے ایام چل رہے ہیں آپ کو معلوم ہے زہرائے مرضیہ کی شہادت کا سبب کیا تھا ؟ سب سے زیادہ جس بات نے جناب زہرا (س) کو تکلیف پہونچائی وہ یہ تھی کہ پیغمبر اسلام کے بعد عالم اسلام میں انحرافات و تحریفات ایجاد کی جارہی تھیں ۔ زہرا و علی مرتضیٰ علیہما السلام اس پر غمزدہ ہو کر لوگوں سے کہتے تھے مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے ، کیوں راہ راست سے منحرف ہو گئے ہو ؟ تو مسلمانوں کا جواب یہ ہوتا تھا کہ اے زہرا اتنی دنیا طلبی بھی اچھی نہیں ہوتی، آپ کو اس بات کا غم ہے کہ آپ کے شوہر خلیفہ نہیں بن سکے اور آپ ملکہ نہیں ہیں !! زہرا (س) کو پشت در سے یہ بھی سننا پڑا ، سیدہ (س) مار کھانے کی وجہ سے شہید نہیں ہوئیں ، بلکہ یہ سب دیکھ اور سن کر آپ کا دل پاش پاش ہو چکا تھا جس کی وجہ سے آپ شہادت سے ہم آغوش ہو گئیں ۔ مجھے غم ہے عالم اسلام میں انحرافات رونما ہونے کا اور تم مجھ پر دنیا طلبی کا الزام لگا رہے ہو ! یہ ایک مصداق ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے ۔

آغاز اسلام ہی سے دین میں ہونے والی یہ تحریفات بعد میں اشعری مکتب فکر کے وجود میں آنے کا سبب بنیں۔ مسلمانوں کی تنزلی میں اشعری مکتب فکر نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے ۔ آپ جانتے ہیں اکثر خلفاء اشعری مکتب فکر کی ہی طرفداری کرتے تھے ۔ میں نے عرض کیا کہ مسلمانوں کی تنزلی میں اس مکتب فکر کا بڑا اہم رول ہے، آپ پوچھیں گے کیوں ؟ اس نے ایسا کیا کیا ہے ؟ تو میں ان کی دو باتیں عرض کرتا ہوں اور اگر دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ دو باتیں اسلام کا حصہ ہیں تو انہیں اسلام سے نفرت رکھنے کا پورا پورا حق ہے اور یہی دو چیزیں اشعری فکر کی بنیاد ہیں ۔ اشعری نے پہلی چیز جو پیش کی وہ یہ ہے کہ انسان کو کوئی اختیار نہیں ہے ، توحید یعنی جبر۔ توحید ، افعالی بھی ہوتی ہے اور توحید افعالی کا مطلب یہ ہے کہ فاعل مختار فقط خدا کی ذات ہے تو اگر فاعل مختار فقط خدا ہے تو بقیہ فاعل کس فہرست میں آئیں گے ؟ یقیناً فاعل مجبور کی فہرست میں یعنی سب کے سب فاعل مجبور ہیں ۔ اشعری نے انسان سے اختیار سلب کر لیا۔ اس کے بعد اسے ایک اور مشکل پیش آگئی اور وہ یہ کہ اگر فاعل مختار فقط خدا ہے اور انسان جو کچھ بھی کرتا ہے وہ خدا وند عالم کے حکم کے تحت کرتا ہے تو پھر انسان جو برے اعمال انجام دیتا ہے ان کی کیا توجیہ ہو گی ؟ کیا وہ بھی خدا ہی کرواتا ہے ؟ !! ہم بعض ایسے افعال بھی انجام دیتے ہیں جو یقیناً برے ہیں تو یہ مکتب کہتا ہے کہ کس نے آپ سے کہا کہ فلاں کام اچھا ہے اور فلاں کام برا ہے ۔ اشیاء اور افعال میں حسن و

قبح عقلی و ذاتی پایا ہی نہیں جاتا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اشعری نے دو چیزیں انسان سے سلب کیں، ایک اختیار اور دوسرے عقل اور قدرت تشخیص۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ دو چیزیں انسان سے چھین لی جائیں تو پھر باقی کیا بچتا ہے؟ اسلام کو اس طرح سے پہچنوا دیا گیا، ایک ایسا اسلام جس میں انسان ایک بے ارادہ اور بے اختیار موجود ہو، جس میں انسان کو اتنا بھی فیصلہ کرنے کا حق نہ ہو کہ یہ پانی میٹھا ہے اچھا ہے یا برا ہے۔ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا ایسا اسلام انسانوں کو زندگی عطا کر سکتا ہے؟ یہی میرا درد دل ہے۔ قرآن کو اہلبیت (ع) سے جدا کرنے کے نتیجہ میں عالم اسلام پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں۔ قرآن کو اہلبیت (ع) سے جدا کرنے کا نتیجہ تھا کہ خلفائے ثلاثہ ہی کے دور میں، کعب الاحبار اور عبد اللہ بن سلام جیسے لوگوں کو قرآن میں اسرائیلیات وارد کرنے کا موقع مل گیا، بہت سارے یہودی مفسر قرآن بن گئے۔، صحیح بات ہے جب علی (ع) سے تفسیر نہ پوچھی جائے گی جب آپ در علی (ع) سے دار القرآن میں داخل نہ ہوں گے، ولایت کو قرآن سے الگ رکھیں گے تو کعب الاحبار جیسے لوگ منبر نشین ہوں گے اور عبد اللہ ابن سلام جیسے لوگ مفسر قرآن۔ آپ کے فقہاء وہ ہوں گے جنہیں روح قرآن کی خبر تک نہیں ہے۔

اسلامی فقہ میں قیاس و استحسان کیسے وارد ہوا؟ جب پھنس گئے اور جدید سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو امام باقر (ع) اور امام صادق (ع) کے پاس تو گئے نہیں، مجبور تھے کیا کرتے قیاس و استحسان کا سہارا لے لیا۔ کلام میں کچھ لوگوں نے صرف آیات جبر پر توجہ دی۔ ”و ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی“ کہنے لگے کام میں انجام دیتا ہوں لیکن بغیر اپنے اختیار کے۔ بہت نقصان ہوا ہے اسلام کو۔ اسلام میں جو بھی کجی آئی ہے وہ صرف قرآن کو ولایت سے جدا کرنے کا نتیجہ ہے، اسلام میں تحریفات بہت زیادہ ہیں۔ میں نے تو چند ایک باتیں بطور نمونہ پیش کی ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ خود اس موضوع پر کام کریں کہ طلوع اسلام کے آغاز ہی سے کیا کیا خرافات مذہبی کلچر میں داخل کر دیئے گئے، لیکن چونکہ اس دور میں ائمہ معصومین علیہم السلام موجود تھے لہذا اسلام نے عجیب و غریب ترقی کی۔ اب بھی بہت سارے انحرافات دین میں داخل کئے جا رہے ہیں۔ آغاز اسلام کے خرافات کے چند نمونے میں نے آپ کی خدمت میں پیش کئے اب ایک نمونہ آج کے خرافات کا بھی سن لیجئے۔ دین میں تحریف کی آج جو بڑی کوشش کی جا رہی ہے اس کے دائرہ کار کو محدود کرنا ضروری ہے۔ کہتے ہیں اسلام اچھا ہے، دین اچھا ہے لیکن اس کا دائرہ کار صرف انسان کے انفرادی اور عبادی مسائل تک محدود ہے۔ اسلام میں نہ سیاست ہے اور نہ ہی اقتصاد۔ بعض اہل مغرب سے متاثر اور ان کی فکر سے دھوکہ کھائے ہوئے ہمارے اپنے پڑھے لکھے لوگ بھی کہتے ہیں کہ دین سے یہ امید رکھنا ہی نہیں چاہئے کہ یہ تمہاری دنیا آباد کر دے گا، لہذا حکومت میں دین کو مرکزی حیثیت دینا فضول ہے یعنی وہی سیکولرزم کا الپ۔

مجھے نہیں معلوم اس طرح کی مجالس میں سیکولرزم سے متعلق کس قدر گفتگو کی جاتی ہے۔ عالم اسلام کے دشمنوں کی طرف سے اس وقت مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہی سیکولرزم ہے۔ پہلا اہم ترین مورچہ اور سب سے بڑا چیلنج سیکولرزم ہے۔ سیکولرزم کا کہنا یہ ہے کہ ایسا اسلام جس میں سیاست نہ ہو، اقتصاد نہ ہو، حکومت نہ ہو، ایسے اسلام سے ہمارا کوئی اختلاف ہے اور نہ جھگڑا۔ جھگڑے اور اختلاف کی بات یہ ہے کہ حکومت ایک ولی فقیہ کے ہاتھ میں ہو، ایک دینی رہبر کے ہاتھ میں ہو۔ آج اکثر مسلمانوں کے ضعف اور انحطاط کا باعث سیکولرزم کو قبول کر لینا ہے۔ سیکولرزم کے حامی انقلاب اسلامی کے دشمن ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلامی انقلاب نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ اسلامی انقلاب سیکولرزم کی مخالفت کرتا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ اسلام دین زندگی نہیں ہے۔ ارے بھائی! اسلام دنیا ہی کو تو آباد کرنے کے لئے آیا ہے، دنیا آباد کرنے کے ہی نتیجہ میں آخرت بھی آباد ہوتی ہے۔ بنیادی طور سے دنیا اور آخرت کا تقابل ہی غلط ہے۔ دین ہمیں سکھاتا ہے کہ اپنی آخرت اسی دنیا ہی میں بنا لیں۔ دین دنیا کو آباد کرتا ہے، دنیا کے لئے اسلام کے بہترین قوانین ہیں۔ ایک دو کی طرف میں اشارہ کرنا چاہوں گا۔ مثلاً وہی جو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ انسان یہ نہ سوچے کہ خدا کو چھوڑ کر وہ مالک بن جائے گا، یہ نہ سوچے کہ خدا کو چھوڑ کر اسے مرکزیت حاصل ہو جائے گی بلکہ خدا سے الگ ہٹ کر انسان چوپائے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ تمہیں اگر انسان بننا ہے تو خدا کو محور بنانا ہو گا۔ ”ہیومنزم“ انسان کو مرکز بنانا چاہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان آزادی چاہتا ہے یعنی ”لبرالزم“، تو آپ کے پیروں سے غلامی کی زنجیریں وہی کاٹ سکتے ہیں۔ لوگو! تمہیں عوامی حکومت چاہئے تو سنو کہ عوامی حکومت بھی صرف قانون الہی ہی کے سایہ میں قائم ہو سکتی ہے۔ میں نے امام خمینی فاؤنڈیشن میں ”عوامی حکومت: نظام ولایت کے سائے میں“ کے عنوان کے تحت ایک مقالہ پیش کیا تھا۔ اس مقالہ میں میں نے ثابت کیا ہے کہ بنیادی طور سے لبرل۔ ڈموکریسی کے تحت عوامی حکومت قائم ہی نہیں ہو سکتی، لبرل۔ ڈموکریسی میں لوگوں کو آلہ کار بنایا جاتا ہے۔ دین میں ہونے والی بہت ساری تحریفات کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ایک اور بڑی تحریف یہ کی گئی ہے کہ یا خدا یا عوام۔ غور کیجئے! خدایا عوام یعنی حکومت یا خدائی ہو گی یا عوامی، اس طرح کا تقابل اور یہ جھوٹا تضاد دین کے ساتھ بہت بڑی نا انصافی ہے، خوب غور کیجئے تعبد یا تعقل، آپ کو بہت ہی محتاط رہنا چاہئے، اس طرح کی باتیں ضرور آپ کے سننے میں آتی ہوں گی جن میں دو چیزوں میں تضاد دکھایا جا رہا ہو، لیکن اس کی کوئی واقعیت نہیں ہوتی۔ مثلاً یہی تحریف کہ کہا جاتا ہے تعبد یا تعقل یعنی مانعة الجمع ہیں دونوں ایک ساتھ آہی نہیں سکتے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے دنیا یا آخرت، جبکہ قرآن مجید چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ لوگوں کی خدمت کے بغیر خدا سے قریب ہوا ہی نہیں جا سکتا۔ یہاں ایک قرآنی نکتہ عرض کرنا چاہتا ہوں جو انشاء اللہ میری طرف سے آپ کے لئے ایک یادگاری تحفہ ہو گا۔ یہ بات میں ایک سوال کی شکل میں آپ سے کہنا چاہوں گا۔

آپ جانتے ہیں کہ اصحاب پیغمبر کے درمیان حضرت علی بن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام کو نمایاں حیثیت حاصل تھی، حضور کے زمانے میں آپ نے بہت سارے کمالات حاصل کئے، عمر و بن عبدود جیسے نامی پھلوان کو پچھاڑا، خیبر فتح کیا، شب ہجرت پیغمبر کے بستر پر سوئے یہ سب اپنی جگہ پر لیکن جس وقت خدا نے یہ بتانا چاہا کہ مسلمانو! جانتے ہو تمہارا رہبر بننے کی صلاحیت کس شخص میں ہے تو فرمایا ایک خدا، دوسرے رسول اور تیسرے وہ شخص کہ جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ علی کے اتنے فضائل و کمالات ہونے کے باوجود خدا نے آپ کو ولایت امت کا خطاب حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے پر ہی کیوں دیا؟ سورہ مائدہ کی ۵۶ ویں آیت ہے آیۃ ولایت ”انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ و ہم راکعون“۔ سوال یہ ہے کہ خدا نے یہ کیوں نہیں کھاکہ عمر بن عبدود کے مقابلے میں جب تم سب نے سر جھکالیا تھا اور علی نے اٹھ کر کھاکہ میں جاؤں گا اس کے مقابلے میں۔ لہذا بس یہی علی ولی ہے، فتح خیبر کے بعد علی کو ولایت کا خطاب کیوں نہیں دیا؟ شب ہجرت بستر رسول پر سونے کے بعد علی کو ولی کیوں نہیں کھا؟ یہ کیوں نہیں فرمایا کہ جس شخص کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی ہے وہ تمہارا ولی ہے اور اگر زکوٰۃ دینے ہی کی بات ہے، خدا کی راہ میں خرچ کرنے ہی کی بات ہے تو ایک انگوٹھی سے سو گنا زیادہ علی (ع) پہلے ہی راہ خدا میں خرچ کر چکے ہیں!!؟ اس کی وجہ کیا ہے کہ خدا نے فرمایا کہ رہبری کی صلاحیت اس شخص میں ہے جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دے جبکہ یہ وہی علی (ع) ہیں کہ حالت نماز میں

جن کے پیر سے تیر نکال لیا جاتا ہے اور انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔ آخر بات کیا ہے، خدا کھنا کیا چاہتا ہے کیا پیغام دینا چاہتا ہے ؟

میں نے اس کا راز جو سمجھا ہے وہ آپ کے سامنے بھی بیان کرنا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے ایک بزرگ عالم کے سامنے بھی عرض کر چکا ہوں۔ انہوں نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ خدا کھنا چاہتا ہے کہ دینی سماج کی رہبری کی صلاحیت صرف اس شخص میں ہے جو اس وقت بھی خلق خدا سے غافل نہ ہو جب اس کا خدا سے راز و نیاز منزل عروج پر ہو۔ نماز میں علی کی خدا سے گفتگو اور راز و نیاز اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ نماز میں علی خدا کے ساتھ گفتگو میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ پیر سے تیر نکل جائے لیکن انہیں خبر تک نہیں ہوتی یعنی خود کو بھول جاتے ہیں لیکن علی (ع) خدا سے اس قدر محویت کے عالم میں بھی بندگان خدا سے غافل نہیں ہیں لہذا تمہارے امام ہیں۔

یہ ہوتی ہے عوامی حکومت ، مسلمانو! کیا تمہیں حق ہے کہ علی (ع) سے بڑھ کر کسی کو عوامی حکومت کا علمبردار قرار دو ، کیا گھر میں علی (ع) کی گریہ و زاری مظلوموں سے ہمدردی کی نشانی ہے یا بنی امیہ کے زرق و برق محل؟! کیا علی (ع) کی جو کی روٹی سے سجا ہوا دسترخوان عوام اور مظلوموں سے ہمدردی کی علامت ہے یا کارل مارکس کا ڈائننگ ٹیبل؟! خدا ہر جگہ ہے، آپ کو عوامی حکومت چاہئے تو یہاں بھی خدا ہے۔ جو جھوٹے تضاد اور تقابل پیش کئے جاتے ہیں ان سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ قرآن و اہلبیت (ع) سے ہم اور آپ جو تعبد رکھتے ہیں یہ تعبد قوی ترین تعقل پر مبنی ہے ، تعبد کا مطلب اندھی تقلید نہیں ہے۔ عقل کہتی ہے کہ اگر تمہیں کسی بیماری کے علاج کا نسخہ نہیں پتہ تو کسی اسپیشلسٹ سے رجوع کرو اور اس سے نسخہ لو! کیا خدا سے بڑھ کر بھی کوئی اسپیشلسٹ پایا جاتا ہے ؟ قرآن مجید ہماری زندگی کا نسخہ ہے ، قرآن ہدایت کا سر چشمہ ہے، خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے ، میں مقصد تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہوں تو یہ قرآن سعادت ، کمال اور خوشبختی کا پتہ ہے ، آپ اسلام کی جامعیت خود پیغمبر اسلام کی زبان سے سنئیے جو آپ نے اپنی عمر کی آخری سال حجة الوداع کے موقع پر بیان فرمائی ہے۔ یہ پیغمبر اسلام کا بہت ہی مشہور خطبہ ہے۔ آپ سے بڑھ کر کون اسلام کو جامعیت عطا کر سکتا ہے ؟ میں جب حضور کے اس خطبہ کا مطالعہ کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اسلام کو کس خوبصورتی سے ایک جامع دین بنایا گیا ہے اور ہمیں ایک کامل شریعت عطا کی گئی ہے تو واقعاً لطف آتا ہے۔ پیغمبر فرماتے ہیں ” ما من شئ یقربکم من الجنة و یباعدکم من النار الا و قدامرتکم بہ و ما من شئ یقربکم من النار و یباعدکم من الجنة الا و قد نہیتکم عنہ “۔ کتنے خوبصورت جملے ہیں! ”مسلمانو! میری شریعت کا خلاصہ بس دو باتوں میں ہیں، بخدا کوئی ایسی چیز بچی نہیں ہے کہ جو تمہیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور رکھنے کا باعث ہو اور میں نے تمہیں اس کا حکم نہ دیا ہو اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں بچی ہے جو تمہیں جہنم سے قریب اور جنت سے دور کر دے اور میں نے تمہیں اس سے روکا نہ ہو ، یعنی میری شریعت کا خلاصہ دو باتوں پر منحصر ایک نسخہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ان کاموں کو انجام دو اور ان کاموں کو انجام نہ دو، کچھ میرے اوامر ہیں جو مقربات الی الجنة ہیں اور کچھ میری نواہی ہیں جو مقربات الی النار ہیں۔ ہر وہ چیز جو راہ سعادت میں تمہارے لئے رکاوٹ بن رہی ہو اسے انجام نہ دو۔ بالکل ایک طبیب کے مثل ، حضرت علی (ع) پیغمبر اسلام کے بارے میں فرماتے ہیں: ” طبیب دوّار بطبہ “۔ پیغمبر کہتے ہیں کہ میں نے اپنا کام انجام دے دیا ، یہ نسخہ تمہارے حوالہ کر دیا۔

بہر حال مسلمانوں کے زوال کا اولین سبب جو میں آپ سے عرض کر چکا ہوں وہ دین و دنیا کو آپس میں جدا

کر دینا ہے یعنی سیکولرزم؛ اور قرآن و اہلبیت (ع) کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا۔ اب اگر مسلمان زندہ ہونا چاہتے ہیں تو انہیں اسلام کا احیاء کرنا ہو گا، مسلمانوں کو اسلام کی طرف پلٹ کر آنا ہو گا۔ امام خمینی جیسے بزرگ مصلحین بھی یہی کہتے تھے کہ اے مسلمانو! ایک ارب تیس کروڑ یا ایک ارب چالیس کروڑ مسلمانوں سے کہ مسلمانو! مسلمان ہو جاؤ، اگر زوال سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ ہم اور آپ جو حوزہ علمیہ قم میں ہیں، ہمارا سب سے پہلا کام اور سب سے پہلی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اسلام حقیقی کی شناخت حاصل کریں۔ امام خمینی کا ارشاد ہے کہ ”عالم اسلام کی ایک مشکل یہ تھی کہ ہمارے علمائے اسلام خود اسلام سے ناواقف تھے“۔ اگر وقت ہوتا تو اس بات کو میں کچھ تفصیل سے عرض کرتا، بنیادی کمزوری ہم لوگوں کی ہے۔ ہم لوگوں نے اسلام کا صحیح تعارف نہیں کروایا، لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ تو کیا لیکن روح نماز کیا ہے یہ نہیں بتایا۔ ہم نے نہیں بتایا کہ قرآن کے پاس بہترین اقتصادی اور سیاسی نظام ہے۔ اصل قرآنی توحید سے استفادہ کرتے ہوئے میں نے نظام سیاسی پر کئے جانے والے بہت سارے مشکوک و شبہات کا جواب دیا ہے، اور مجھے یقین ہے کہ نئی نسل کے کچھ اسکالروں کی طرف سے کئے جانے والے سوالات کا جواب خود توحید ہے، توحید ربوبی نہ کہ توحید ذاتی۔

بہر حال مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب ادھر ادھر کی کافی باتیں کر کے میں نے آپ کے سامنے عرض کیا۔ مسلمانوں کے زوال کا دوسرا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں نے اغیار کی تہذیب سے متاثر ہو کر ہتھیار ڈال دیے۔ یہ ایک اہم سبب ہے، اپنی شناخت کھو دینا، اغیار کی اندھی تقلید کرنا۔ یہ بڑی مفصل باتیں ہیں۔ اس کے لئے الگ سے ایک جلسہ رکھ کر گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ میں صرف قرآن سے ایک بات عرض کرنا چاہوں گا۔ قرآن جہاں بنی اسرائیل کی مذمت کرتا ہے اور ان کی تحقیر کرتا ہے کہ تم نے کتنا برا عمل انجام دیا، تو کہتا ہے کہ میں نے تمہیں فرعون سے نجات دی، توحید کی طرف ہدایت کی، تمہیں دریا سے گزارا، دریا سے پار ہو کر جب تم نے کچھ لوگوں کو بت کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا تو تمہارے اندر دوسروں کی تقلید اور ان سے متاثر ہونے کا جذبہ اتنا زیادہ تھا کہ تم یہ بھول ہی گئے کہ تم خدا پرست ہو اور موسیٰ سے کہنے لگے ”اجعل لنا الہاً کما لہم آلہة“ یعنی موسیٰ ہمارے لئے بھی اس طرح کے دو خدا بنا دو۔ بالکل ویسے ہی آج باوجود اس کے کہ ہمارے پاس بہترین الہی تمدن ہے، بہترین قانون زندگی ہے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مغرب کا کیا کہنا ہے؟ عجیب بات ہے، ہمارا لباس، معماری، ہنر، بات چیت کا انداز، طرز زندگی، حکومت، پڑھے لکھے لوگوں کی خامہ فرسائی اور مقالہ نگاری ہر چیز میں ہم اہل مغرب کی تقلید کر رہے ہیں۔ اغیار کی تقلید تنزلی کا ایک اہم سبب ہے۔ سید جمال الدین اسد آبادی کے نزدیک بھی مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب یہی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مغرب سے علم نہیں لیا بلکہ مغرب کا کلچر اپنا لیا۔ عجیب بات ہے کہ دین نے ہم سے کہا ان سے علم و حکمت لے لو لیکن اپنی شناخت اور تہذیب نہ کھونا۔ اس کے برعکس ہم نے اہل مغرب سے نہ ہی علم و ہنر لیا اور نہ ہی صنعت و ٹکنالوجی سیکھی بلکہ لباس پہننے کا طریقہ اور کلچر ان سے لیا، تو اغیار کی تقلید بھی مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب ہے۔ اس میں کافی تفصیل کی ضرورت تھی لیکن صرف عنوان عرض کر کے میں تیسرے سبب کی طرف آ رہا ہوں۔ صرف عنوان ہی عرض کر سکتا ہوں اس لئے کہ وقت ختم ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کے زوال کا تیسرا سبب مسلمان حکمرانوں کا استبداد اور نفس پرستی ہے، ان کے لئے اپنی بادشاہت اور حکومت سب کچھ ہوتا ہے۔ اگر ان سے کہا جائے کہ مسلمانوں کو چھوڑ دو یا حکومت کو چھوڑ دو تو وہ تمام مسلمانوں کو اور پورے اسلامی تمدن کو ترک کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے لیکن حکمرانی چھوڑنے

کے لئے آمادہ نہیہوں گے۔ اسی لئے استعماری طاقتوں سے ساز باز کر کے کرسی اقتدار پر برا جمان ہیں۔ مسلمان کی یہ بد بختی آج ہم اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے ہیں۔ یہی لوگ جب جمہوری اسلامی میں آتے ہیں تو جب سامنے کیمرہ نہ ہو ٹیپ ریکارڈر نہ ہو یعنی ان کی بات کہیں ریکارڈ نہ ہو رہی ہو تو یہی سر براہان مملکت اسلامیہ دھیمے سے کہتے ہیں ”ہم آپ کی باتوں کی تائید کرتے ہیں لیکن کیا کریں اگر سر عام ہم آپ کی باتوں کی حمایت کرنے لگیں تو ہمیں حکومت سے معزول کر دیا جائے گا، کویت کے سربراہ ہوں یا سعودی عرب کے، امریکہ ہم کو آپ کی حمایت میں کوئی بات نہیں کہنے دیتا لہذا ہم مجبور ہیں اس طرح کی کوئی بات نہیں کہہ سکتے“ یہ ہے مسلمانوں کی بد بختی۔ اس سے پہلے بھی بنی امیہ، بنی عباس اور ہر دور میں ایسا ہی رہا ہے۔ یہ بھی مسلمانوں کے زوال کا ایک اہم سبب ہے۔ صلیبی جنگوں کے دوران اہل مغرب تمدن پر قابض ہو گئے اور مسلمان ان جنگوں میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھے، آپ کو پتہ ہے کہ ان جنگوں میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ شکست کا سامنا کب کرنا پڑا؟ انہیں سب سے زیادہ شکست کا سامنا اس وقت کرنا پڑا جب خود آپس ہی میں لڑنے لگے۔

بہر حال مسلمانوں کی تنزلی کے بہت سارے اسباب ہیں، دامن وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں تفصیلات میں جا سکوں۔ میں ایک دوسری بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ جتنی بھی تحریفات اور انحرافات اسلام میں رونما ہوئے ان کے مقابلہ میں ماضی میں بہت ساری تحریکیں وجود میں آتی رہی ہیں۔ آزادی کی تحریکیں اور اسی طرح اسلامی تحریکیں، مسلمانوں کو زندہ کرنے کے لئے بہت ساری تحریکیں اٹھیں۔ اسی ہندوستان کو لے لیجئے شاہ ولی اللہ دہلوی نے ایک تحریک شروع کی لیکن کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکی۔ آپ غور کیجئے کہ اس طرح کے برجستہ لوگ کیوں موثر نہ ہو سکے، سر سید کی تحریک، اسی طرح میر حامد حسین کی تحریک لیکن کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکی کیوں؟! اس لئے کہ ان ساری تحریکوں میں حقیقی اسلام کا سہارا نہیں لیا گیا۔ عصر حاضر میں فقط ایک ہی تحریک ہے کہ واقعاً یورپ، امریکہ، برطانیہ اور پوری دنیا کو ایک ہو کر اس تحریک اور اس انقلاب اسلامی کے مقابلہ میں کھڑا ہونا ہی چاہئے، اس لئے کہ امام خمینی کے لئے ہوئے اسلامی انقلاب میں اسلام واقعی کا احیاء ہے، اور یہ اسلام واقعی دنیا بھر میں اپنی حیات کا ثبوت دے رہا ہے، دنیا گہبراگئی ہے کہ کہیں دھیرے دھیرے یہ اسلام واقعی پوری دنیا میں نہ پھیل جائے۔ اس لئے دنیا والوں کا خیال ہے کہ اس انقلاب کے مقابلہ میں آنا ہی چاہئے۔ انقلاب اسلام کا سورج کس مشرق سے طلوع ہوا، خمینیت کسی نئی چیز کا نام نہیں ہے، امام خمینی نے صرف اسلام کو کتابوں سے باہر نکالا ہے، قم کے مدرسہ فیضیہ اور اس کے جیسے دوسرے مدارس کے کتب خانوں میں موجود اسلام کی پولٹیکل تھیوری کو عملی جامہ پہنایا ہے اور بس! ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ دنیا والوں کو اس اسلام واقعی کی شناخت کرواتیں۔ دنیا جانتی ہے جیسا کہ میکسن کہتا ہے کہ اگر اسلامی بنیاد پرستی میں جان آجائے تو دنیا میں کوئی شاہی محل باقی نہیں بچے گا، وہ اسلام واقعی کو بنیاد پرست اسلام کہتا ہے یہ ایک الگ بات ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ ٹوٹنے والا صرف کرم لی کا محل نہیں ہے وائٹ ہاؤس بھی اس کے پیچھے پیچھے ہے، اس کے بعد فلاں محل پھر فلاں اور پھر فلاں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہمیں یہ خوشخبری مل چکی ہے کہ تمدن اسلامی پھر سے زندہ ہو رہا ہے۔ فقط مسلمان ہی سر بلند نہیں ہوئے ہیں بلکہ مجھ سے ایک بودہ نے کہا ہے کہ آپ کے انقلاب کے ذریعہ دنیا بھر میں دینداری زندہ ہوئی ہے، لوگ خدا کی طرف پلٹ آئے ہیں۔ کل تک مجھے یہ بتاتے ہوئے شرم آتی تھی کہ میں بودہ ہوں لیکن آج میں فخر سے کہتا ہوں کہ میں بھی کسی دین کا پیرو کار ہوں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس انقلاب اسلامی کی تحریک نے دینی فکر کا احیاء کیا ہے۔ اسی لئے دنیا اس انقلاب کو ختم کرنے کے در پے ہے۔ اس مقصد کے لئے اہل مغرب نے وسیع پیمانے پر تہذیبی حملوں (Cultural Attacks) کا آغاز کر دیا ہے۔ مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ ان حملوں کے مقابل سپر انداختہ ہو گئے ہیں۔ اب ان تہذیبی حملوں کے بھی سیکڑوں چہرے ہیں، تفصیل میں جانے کا وقت بالکل نہیں ہے میرا وقت ختم ہو رہا ہے۔ لہذا اپنی آخری بات کھدوں پھر شاید آپ کے ایک دو سوالوں کا جواب دینے کا وقت بچ جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اور آپ اسلام واقعی کی شناخت حاصل کریں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس حوزہ علمیہ قم سے صرف فلسفہ، اصول اور ادبیات کا علم حاصل کر لینے پر ہی ہرگز اکتفاء مت کیجئے یہ بھی ضروری ہے لیکن اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ قرآن و سنت کی طرف پلٹ آئیے اور قرآن و سنت کے ان ابواب پر زیادہ وقت دیں جو تابحال متروک و محجور ہیں، مثلاً کتاب الصلوٰۃ پر کافی تحقیقات ہو چکی ہیں اس میدان میں مزید کام کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، آپ اپنی ڈاکٹریٹ، تحقیقات اور ریسرچز میں بتائیے کہ قرآن مجید کا اقتصادی سیاسی اور اجتماعی نظام کیا ہے، اجتماعی مسائل کا قرآن مجید میں کیا حل ہے؟ قرآن کے پاس ہر مشکل کا حل موجود ہے۔ اس وقت دنیا اضطراب (stress) اور دیگر نفسیاتی امراض میں مبتلا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ نفسیاتی امراض کے علاج کا سب سے بہترین نسخہ قرآن کے پاس ہے۔ قرآن اور سنت کی طرف پلٹ آئیے۔ خدا ہم سب کو اسلام واقعی کی شناخت اور اسلام واقعی کی تبلیغ کی توفیق عنایت فرمائے۔ الہی آمین۔ آپ سب افاضل حضرات کا میں نے وقت لیا لہذا آپ سب سے معذرت خواہ ہوں۔ خدا ہم سب کو توفیق عنایت کرے کہ دین مبین اسلام کی بہ نحو احسن خدمت کر سکیں۔ آمین!

سوالات و جوابات سوال:

آغاز اسلام کی پہلی چار صدیوں میں اسلام شاہراہ ترقی پر گامزن تھا پھر دھیرے دھیرے مسلمان تنزلی کی طرف آنے لگے تو اس تنزلی کا آغاز کب سے ہوا؟

جواب: امام جس وقت غیبت صغریٰ میں تھے تو اس مدت میں لوگوں کا ایک قسم کا رابطہ آپ سے تھا اور آپ سے استفادہ کیا جا رہا تھا۔ پھر چوتھی صدی کے اواخر میں جب آپ غیبت کبریٰ میں چلے گئے اور لوگوں کا رابطہ عمومی طور سے آپ سے منقطع ہو گیا پھر بھی ایک عرصہ تک آپ کی ہدایات اور نور امامت کا اثر باقی تھا۔ پھر دھیرے دھیرے تنزلی شروع ہوئی۔ ایک دم سے مسلمان زوال پذیر نہیں ہوئے بلکہ یہ عمل تدریجاً اور دھیرے دھیرے انجام پایا ہے۔

سوال: ہندوستان کے بارے میں آپ کیا فرمانا چاہتے تھے؟

جواب: ہندوستان میں مختلف تحریکیں وجود میں آتی رہی ہیں ان کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ میں نے مطالعہ کیا ہے واقعاً مجھے شاہ ولی اللہ دہلوی پر بہت افسوس ہوا، کافی ترقی کی انہوں نے! لیکن کامیاب نہیں ہو سکے، آخر کیوں؟! دوسری تحریکوں کا آپ خود مطالعہ کیجئے۔ ”العاقل لا یلدق من جبر مرتین“ عقلمند آدمی ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا ہے۔ آپ یہ دیکھئے کہ وہ تحریکیں کیوں ناکام ہوئیں۔ آپ محتاط رہئے تاکہ آئندہ کی تحریکیں ان آفتوں کا شکار نہ ہوں۔

سوال: کیا اسلام میں سیکولرزم کی کوئی گنجائش ہے؟

جواب :اسلام سو فیصد سیکولرزم کا مخالف ہے ، اسلام دین زندگی ہے ، معاشرہ کو چلانے کا مذہب ہے ، اسلام ہرگز سیکولرزم کا حامی نہیں ہے ۔

سوال: حقیقی اسلام سے دوری ہی مسلمانوں کی پسماندگی کا اصلی سبب ہے تو حقیقی اسلام کے تعارف کے لئے ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے ، ہم کس طرح کی پلاننگ کریں اور کس قانون کو محور قرار دیں ؟

جواب :اس کام کے لئے آپ قرآن کی طرف رجوع کیجئے ۔ یہ رجوع ، قدیم اور روایتی طرز کا نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن اپنا تعارف اس طرح کرتا ہے کہ میں نسخہ زندگی ہوں ، کتاب ہدایت ہوں یعنی آپ ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے لیجئے ۔ ہر مشکل کے حل کے لئے قرآن کی طرف رجوع کیجئے ، مت کہئے کہ قرآن میں یہ چیز نہیں ہے ۔ ہر چیز ہے خاص طور سے جب بطور تفسیر سنت کا بھی اس کے ساتھ ضمیمہ کیجئے تو سب کچھ مل جائے گا ۔ البتہ ہوشیار رہئے گا کہ قرآن کی طرف رجوع کرنے میں کعب الاحبار جیسے لوگوں کو سہارا نہ بنائیے گا۔ دار القرآن میں وارد ہونے کا دروازہ علی ابن ابی طالب (ع) ہیں ” انا مدینۃ العلم و علی بابہا “ یعنی معارف قرآن میں وارد ہونے کا باب اہلبیت اطہار (ع) ہیں ۔ پس قرآن کی طرف رجوع کیجئے اور اہلبیت (ع) کے وسیلہ سے اس میں پوشیدہ قیمتی گوہر نکال لائیے ۔

ایک بات پر غور کیجئے ، نماز کا وقت ہو رہا ہے ، ایک مثال دیتا ہوں ، ہمیں ایک دھوکہ دیا جاتا ہے کہ معارف ، اصول اور عقائد کے لکچرز میں ہمارے لئے جس توحید کی زیادہ وضاحت کی جاتی ہے وہ توحید ذاتی اور توحید صفاتی ہے ، آخر میں مختصراً توحید ربوبی اور توحید افعالی کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ قرآن مجید میں توحید ذاتی اور صفاتی کا کتنی بار ذکر آیا ہے ، یہی دس بار ، لیکن توحید افعالی کا ذکر ہزار بار آیا ہے۔ توحید ربوبی (افعالی) کا تعلق زندگی سے ہے ۔ اس کا تعلق اقتصاد سے ہے ، اس کا رابطہ سیاست سے ہے ۔ قرآن مجید کے یہ مخفی نکات عیاں ہونے چاہئیں ۔ میں نے اپنی ڈاکٹریٹ کے لئے سوچا تھا کہ کس موضوع کا انتخاب کروں ، بہت غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ موثر ترین تحقیق قرآن کی شناخت ہے ۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ہمارے حوزات علمیہ میں فقہ و اصول نے خوب ترقی کی ہے لیکن قرآن کے سلسلہ میں بہت کم کام ہوا ہے ، کچھ بڑے اور عمدہ کام بھی ہوئے ہیں پھر بھی اس قرآن سے معذرت خواہی کرنی چاہئے اور کما حقہ اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے ۔